”ایک غیر مقلد کی توبہ“
تــوبــه تــوبــه
از قلم
مولانا عبد الهادی عبد الخالق مدنی
دارا لتراث الاسلامی : تلاؤ پالی . کوسہ . ممبرا . تھانہ.
کمپیوٹر کتابت : محمد ابراهیم زین الدین مقدّم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض نا شر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله و أصحابه أجمعين و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد

امت کا جو طبقہ گروہ بندی اور تفرقہ بازی کا شکار ہے اور اسی کو عین ہدایت سمجھتا ہے انھوں نے ہمیشہ سے اہل حق کے خلاف استہزاء، تمسخر، ٹھٹھا، طعن و تشنیع اور تہمتوں کو ایک موثر ہتھیار کی شکل میں اختیار کر رکھا ہے، تاریخ اس بات پر گواہ ہے۔

لیکن اہل حق اور سلف صالحین کی راہ اختیار کرنے والوں نے کتاب و سنت کی تعلیم اور برکتوں سے ہمیشہ اس روش سے اپنوں کو بچایا ہے اور محفوظ رہے ہیں۔ الحمد للہ۔ البتہ اگر کسی تحریر سے کچھ لوگوں نے اذیت محسوس کی ہے تو انھیں یا تو اپنوں کے ظلم و تعدی کا علم نہیں ہے یا اسے اپنے لئے قابل ملامت نہیں مانتے۔ ایسے لوگ اگر انصاف کی نظر سے اپنی آنکھوں کی شہتیر دیکھ لیتے تو دوسروں کی آنکھوں کے تنکوں کو پہاڑ بنا کر نہ پیش کرتے۔

بہر کیف حقائق کا اظہار اور ان پر عمل، حق کا دفاع، باطل اور جاہلانہ تاویلوں کی نقاب کشائی تو جماعت حقہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ یہ کتابچہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے ''ایک غیر مقلد کی توبہ'' کی فریب کاری و تلبیس کا پردہ چاک کرنے کے لئے شائع کر دیا گیا ہے۔ اسے جماعت کے ایک غیور سلفی عالم نے مرتب کیا ہے تا کہ اس خرافی کتاب کے اثرات بد سے کم علم اور سادہ لوح عوام کو بچایا جاسکے اور جو لوگ ثابت شدہ حقائق کو وسعت قلبی سے تسلیم کرتے ہیں ان کے لئے رہنمائی اور نمائندگی کا کام دے سکے۔

والله ولي التوفيق ويهدى من يشاء إلى صراط مستقيم۔

ناشر:

دار التراث الإسلامی

۳ لیک پلازہ، مقابل تلاؤ پالی، کوسہ، ممبرا،

تھانہ، مہاراشٹر ٦١٢۔

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین و علی آلہ وأصحابہ أجمعین۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ملت مسلمہ ان دنوں عقیدہ و عمل میں مختلف انحرافات کا شکار ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ملت کو انحرافات میں مبتلا کرنے اور ضلالت میں باقی رکھنے کے لئے خود ملت کے بعض افراد ہی ذمہ دار ہیں۔ وہ لوگ قوم و ملت کا نام لے کر گفتگو کرتے، علم و تقوی کا جھوٹا مظاہرہ کرتے، دشمنان اسلام کا حوالہ دے کر اپنے فاسد افکار رائج کرتے اور قرآن کریم واحادث صحیحہ سے لوگوں کو دور کرتے ہیں۔ توسع کے نام پر ہر باطل اور کجروی کو باقی رکھنے اور ہر انحراف کو سند جواز عطا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ بات معلوم ہے کہ اگر مسلمان کتاب وسنت پر قائم رہ کر صحیح عقیدہ و عمل کو اپنائے رہیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں زبردستی جہنم میں نہیں جھونک سکتی، دنیا کا ظاہری نقصان ہو سکتا ہے مگر آخرت میں نجاح و فلاح یقینی ہے۔ اس

کے بر خلاف اگر حالات و مشکلات اور مسائل کا نام لے کر اصلاحی تحریکوں کی مخالفت کی جائے گی۔ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز رکھنے کی کوشش ہو گی، عقیدہ و عمل کی گمراہیوں سے نکلنے کے لئے افراد ملت تیار نہیں ہوں گے، تو ہلاکت و شقاوت اور دنیا و آخرت کی سعادت سے محرومی یقینی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حق وراستی اپنانے اور بدعات وانحرافات ترک کرنے کے لئے افراد ملت ہمہ وقت تیار رہیں اور کتاب و سنت کی واضح ہدایت اور صحابہ و سلف کا روشن طریقۂ کار ملتے ہی اپنے قدیم عمل اور رواجی طرز فکر سے فوراً دستبردار ہو جائیں۔ اسی میں سعادت و نجات مضمر ہے اور اسی میں ہر طرح کا خیر پنہاں ہے۔

چند دنوں پہلے کی بات ہے ایک صاحب نے مجھے ایک مختصر سا کتابچہ دیا جس کا عنوان تھا ''ایک غیر مقلد کی توبہ'' میں نے اسے ایک نظر دیکھا اور ناقابل توجہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اس طرح کے مغالطہ انگیز کتابچے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں اور ان کے فساد اور بودے پن سے لوگ باخبر ہیں۔ چند دنوں بعد پھر کچھ نوجوانوں اور بزرگوں نے بالمشافہ ملاقات کے ذریعے اس بات پر اصرار کیا کہ اس کتابچہ کا فساد بہت تیزی سے پھیل رہا ہے لہذا اس کے آپریشن اور پوسٹ مارٹم

کی ضرورت ہے۔ بالخصوص محترم عبدالودود صاحب صدیقی سلفی جو بار بار اس طرف توجہ دلاتے رہے اور یہ کام تیزی سے مکمل کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ کیااور تیزی کے ساتھ ایک سرسری مختصر جائزہ تحریر کیاتا کہ اس کتابچہ کا مغالطہ اور فریب لوگوں پر واضح ہو جائےاور وہ اس کی زہرناکی سے محفوظ رہ سکیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ یہ عمل میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس کتابچہ کو عوام الناس کے لئے مفید اور گمراہیوں سے بچاؤ کا ذریعہ بنائےاور اس کی اشاعت میں معاون ہر فرد کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

والسلام

داعی الی الخیر عبدالهادی علیم مدنی

۱۱ ستمبر ۱۹۹۹ء

یہ حجاب و نقاب کیوں؟

اس وقت میری نظروں کے سامنے ۴۸ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے ''ایک غیر مقلد کی توبہ'' جس پر نہ ہی مرتب کا نام درج ہے اور نہ ہی ملنے کا مکمل پتہ۔ صرف ''ثنا پبلی کیشنز ممبئی'' لکھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔ نہ جانے اتنی پردہ داری کیوں برتی گئی ہے؟ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے: الإثم ما حاك فی صدرك وكرهت أن يطلع عليه الناس (رواہ مسلم والترمذی واحمد والدارمی) گناہ وہ ہے جو تمھارے سینے میں کھٹکے اور تم کو ناپسند ہو کہ لوگ اس کی اطلاع پا جائیں۔

شاید مصنف کو پہلے ہی سے اس بات کا احساس تھا کہ وہ جرم و گناہ کا عمل کر رہے ہیں اسی لئے انہوں نے نقاب پوشی سے کام لیا اور اپنا نام اور اپنی شخصیت چھپائی تاکہ لوگوں کو اطلاع نہ ہو سکے اور وہ کسی بھی قسم کے باز پرس

اور سوال وجواب کا سامنا کرنے سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر ان کے پاس دلائل و براہین کی قوت ہوتی اور ان کی بات میں کوئی وزن ہوتا تو اس طرح انہیں چھپنے کی ضرورت نہیں تھی۔

آنجناب نے دیباچہ کے اختتام پر نام کے بجائے لکھا بھی ہے:

"نبی رحمت کا ایک گنہگار امتی" یعنی پہلے ہی سے گنہگار ہیں اور یہ کتابچہ لکھ کر اپنے گناہوں میں مزید اضافہ کر لیا ہے۔ کس قدر قابل افسوس اور قابل رحم ہے!!

حصول مقصد کا غلط طریقہ:

مذکورہ کتابچہ کا مقصد مؤلف کی زبانی یہ ہے۔ "تاکہ ہر شخص جان لے کہ مقلدین کو گمراہ سمجھنا غلط ہے"۔ (ص ۲)

اہل انصاف بتائیں کہ اس مقصد کے حصول کا صحیح طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ یہی نا کہ تقلید کے جائز اور مشروع ہونے کی دلیل قرآن مجید کی آیات اور رسول اکرم ﷺ کی صحیح احادیث سے پیش کی جائے لیکن فاضل مؤلف

نے اس کے بر خلاف کیا یہ ہے کہ اہلحدیثوں پر بہتان بازی اور تہمت تراشی کی ہے۔ ان پر جھوٹے الزامات عائد کئے ہیں، ان پر لعنت و ملامت کی ہے اور اس طرح اپنے دل کا غبار نکال کر اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک وضاحت:

مؤلف کی اہل حدیثوں سے بد ظنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ہر غیر مقلد کو اہل حدیث سمجھتے ہیں۔ انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ ہر اہل حدیث غیر مقلد ہے مگر ہر غیر مقلد اہل حدیث نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر انہوں نے شمس پیرزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ غیر مقلد تھے مگر یہ ہر گز سچ نہیں کہ وہ اہل حدیث تھے۔

یہ تفریق کیوں؟

مؤلف ص ۳ پر رقمطراز ہیں: "اس مضمون کا ہدف وہی غیر مقلدین ہیں جو تقلید کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ ان سے بحث نہیں کی گئی جو تقلید کو جائز اور صحیح سمجھنے کے باوجود غیر مقلدیت کو ترجیح دیتے

ہیں“۔

محترم ! آپ نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی کہ غیر مقلدیت کو ترجیح دینے والوں سے آپ نے بحث کیوں نہیں فرمائی جبکہ آپ کی عینک سے محدثین کو تو جانے دیجئے صحابۂ کرام تک (معاذاللہ) مقلد نظر آتے ہیں ! !

شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مقلدیت کی ترجیح کے دلائل میں اتنی قوت اور اتنا وزن ہے کہ بڑے سے بڑے متعصب اور تنگ نظر کو اس کی تردید کی جرأت اور ہمت نہیں ہے۔

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت :

آنجناب ص ۳ پر لکھتے ہیں : ”ضرورت ہے کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، غیر مقلدین اور تمام مسالک کے افراد اپنے اندر توسع پیدا کریں۔ ایک دوسرے کے خلاف پروپگنڈہ کرنے کی بجائے اتحاد و انضباط کا مظاہرہ کریں اور ملت کو انتشار سے بچائیں۔“

جناب عالی ! یہ ضرورت صرف دوسروں کو ہے یا آپ کو بھی

ہے؟ خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت۔ یہ کتابچہ تصنیف کر کے آپ نے کس توسع اور اتحاد و انضباط کا مظاہرہ کیا ہے؟ کیا یہ کتابچہ غیر مقلدین کے خلاف پروپگنڈہ نہیں ہے؟ آپ نے شاید اپنے اس وعظ کے کلمات پر غور اور تدبر نہیں کیا ورنہ اس کی اشاعت سے باز رہتے۔

ضرورت توسع کی نہیں قبول حق کی:

ضرورت توسع پیدا کرنے کی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے ساتھ ان کے احکام پر عمل کرنے نیز تقلید نہ کر کے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے بچنے کی ہے تاکہ دنیا و آخرت میں فلاح وکامرانی نصیب ہو اور جہنم کے عذاب سے نجات مل سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَآءَ ﴾ (الاعراف:٣) تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کا اتباع مت کرو۔

مکالمہ کے دونوں فریقوں کاایک عمومی جائزہ:

مقدمہ کے بعد ص ۴ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے جو عبدالجلیل اور شوکت نامی دو افراد کے مابین مکالمہ کی صورت میں ہے۔ عبدالجلیل وہ شخص ہے جس نے ابھی نیا نیا مسلک اہل حدیث قبول کیا ہے اور بے چارہ کم علم بھی ہے اور سادہ لوح بھی۔ ابھی اسے مقلدین کے داؤ پیچ، ان کے مغالطوں اور ان کی فریب کاریوں کا علم بھی نہیں ہے۔ شوکت نامی شخص جس کو مقلد ظاہر کیا گیا ہے اس نے عبدالجلیل صاحب پر اپنے علم اور تقوی کی دھونس جما کر انہیں اپنے تقلیدی جال میں پھنسا لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی مکالمہ واقعۃً اور سچ مچ کسی اہل حدیث عالم اور کسی مقلد عالم(؟) کے درمیان ہو تو اس کی شکل بہت حد تک بدلی ہوئی ہو گی جیسا کہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ اس وقت پورے عالم میں علماء اہل حدیث کی محنتوں کے صلہ میں لوگ تقلید کی روش سے توبہ کر کے سلفیت اختیار کر رہے ہیں اور مقلدین کے اکابر ان کے سوالات کے جوابات دینے سے عاجز ہیں اور بو

کھلاہٹ میں عجیب و غریب حرکتیں کر رہے ہیں جس کا ایک نمونہ زیر تنقید کتابچہ بھی ہے کہ مرتب نے اسے لکھ کر کاغذ کے صفحات کے ساتھ اپنے نامۂ اعمال کو بھی سیاہ کر لیا ہے۔ چنانچہ آئندہ صفحات کے مطالعہ سے آپ کو اس کا پورا یقین حاصل ہو جائیگا۔

پہلا سوال:

اس کتابچہ میں اہل حدیث کی طرف سے پہلا سوال یہ رکھا گیا ہے کہ امام کا ذکر قرآن و حدیث میں کہاں ہے؟ اور پھر اپنے طور پر اس کا جواب دیا گیا ہے۔

اگر یہی سوال اہل حدیث کی طرف سے ہوتا تو اس طرح ہوتا کہ تقلید کا ذکر قرآن و حدیث میں کہاں ہے؟ کیوں کہ تقلید کے ثبوت سے پہلے ہی امام کے بارے میں سوال کرنا الٹی بات ہے۔ جب سرے سے یہ ثابت ہی نہیں ہو سکا کہ تقلید کرنا ضروری یا کم از کم جائز ہے تو اس پر بحث کرنا کہ کس کی تقلید کی جائے بالکل فضول سی بات ہے۔ تقلید کا وجوب یا جواز ثابت

ہو جانے کے بعد ہی یہ سوال اٹھتا ہے کہ کس کی تقلید کی جائے گی؟ کون اس کا حقدار ہے؟ کس کو امام تسلیم کیا جائے اور کس بنیاد پر؟ اور بیک وقت کتنے لوگوں کو امام مانا جائے وغیرہ وغیرہ۔

تعجب ہے کہ تقلید کا جواز ثابت کرنے کے لئے کتابچہ تصنیف کیا جارہا ہے۔ عنوان ہی میں تقلید کا لفظ ہے مگر اس لفظ پر نہ کوئی سوال ہے اور نہ کوئی جواب۔ رہے بھی کیسے کہ قرآن و حدیث میں یہ لفظ انسان کے لئے استعمال ہی نہیں ہوا۔ یہ کوئی ایسی شرعی اصطلاح ہے ہی نہیں کہ جس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہو۔

جہاں تک قرآن مجید کی بات ہے تو اس میں تقلید کا لفظ سرے سے ہے ہی نہیں۔ اگر تقلید اتنی ہی اہمیت کی حامل ہوتی جتنا باور کرایا جارہا ہے تو قرآن مجید میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ اللہ تعالٰی اتنی اہم چیز کو نظر انداز نہیں کرتا۔

حدیث میں بھی مروجہ اصطلاحی معنوں میں تقلید کہیں مذکور نہیں۔ آیئے حدیث کی اول نمبر کی صحیح کتاب بخاری شریف میں دیکھا

جائے۔ کتاب الحج میں امام بخاری نے باب قائم کیا ہے: **باب تقلید الغنم** (یعنی بکری کی تقلید کا بیان)

اس کی ذیل میں حدیث لائے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: **کنت أفتل القلائد للنبي صلى الله عليه وسلم فيقلد الغنم ويقيم فى أهله حلالا.** یعنی میں رسول اللہ ﷺ کی قربانی کی بکریوں کے گلے کے ہار بٹا کرتی تھی آپ اسے بکریوں کی گردن میں ڈالتے اور اپنے اہل و عیال میں حلال (بلا احرام) قیام فرماتے۔

امام بخاری نے دوسرا باب قائم کیا ہے: **باب تقليد النعل** (یعنی جوتے کی تقلید کا بیان) اور اس کی ذیل میں حدیث لائے ہیں: **أن نبي الله ﷺ رأى رجلا يسوق بدنة قال: اركبها، قال: إنها بدنة، قال: اركبها، قال: فلقد رأيته راكبها يساير النبي ﷺ والنعل في عنقها.**

اللہ کے نبی ﷺ نے ایک شخص کو قربانی کا اونٹ ہانکتے ہوئے

دیکھا آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جا اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے آپ نے دوبارہ فرمایا سوار ہو جا۔ راوی کہتے ہیں میں نے اس شخص کو دیکھا کہ اپنی قربانی کے اونٹ پر سوار ہے، نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور جوتا اس کے اونٹ کی گردن میں ہے۔

دیکھا آپ نے تقلید کا لفظ حدیث میں کن معنوں میں اور کس کے لئے استعمال ہوا ہے۔ میں نے **المعجم المفهرس لألفاظ الحديث** سے مراجعہ کیا تاکہ شاید ایک ہی جگہ کتب حدیث میں انسان کے لئے تقلید کے لفظ کا استعمال مل جائے مگر میں اس میں ناکام رہا۔ میں مقلدین کا انتہائی شکر گذار ہوں گا اگر وہ انسان کے لئے تقلید کا لفظ قرآن و حدیث میں دکھلا سکیں تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو اور اگر میں غلطی پر ہوں تو میں رجوع کر سکوں۔

امام کا لفظ قرآن و حدیث میں اور اس کی حقیقت:

آنجناب نے امام کا لفظ قرآن و حدیث سے نکال کر بڑی آسانی سے

آنکھ میں دھول جھونکنے کی ناروا کوشش کی ہے، اس بات کی وضاحت کی مطلقاً کوئی زحمت نہیں کی کہ جن آیات واحادیث میں اماموں کا ذکر ہے ان سے فقہی مسالک کے یہی ائمہ مراد ہیں جن پر امت میں تفریق کی بنیاد رکھی گئی ہے یا کوئی اور مقصود ہے۔

آپ نے سب سے پہلے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ا۷ پیش کی ہے۔ آیئے اس آیت کی تفسیر مشہور حنفی مقلد عالم مولانا محمود الحسن دیوبندی کی تفسیر میں دیکھتے ہیں۔ ﴿يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ کا ترجمہ انہوں نے کیا ہے (جس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ) حاشیہ میں لکھا ہے (قیامت کے دن ہر فرقہ اس چیز کی معیت میں حاضر ہو گا جس کی پیروی اور اتباع کرتا تھا مثلاً مومنین کے نبی، کتاب، دینی پیشوا، یا کفار کے مذہبی سردار، بڑے شیطان اور جھوٹے معبود) آگے چل کر لکھتے ہیں (بعض نے لفظ امام سے خود اعمالنامہ مراد لیا ہے کیونکہ وہاں لوگ اس کے پیچھے چلیں گے)۔

بتلایئے جناب! یہاں امام کی ایک تفسیر آپ کے حنفی مقلد عالم

''مومنین کے نبی'' سے کرتے ہیں۔ کیا نبی کے بعد پھر الگ سے کسی امام کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ اہل حدیثوں کی یہی تمنا اور یہی دعا ہے کہ کل قیامت کے دن ان کو ان کے نبی کے ساتھ ہی پکارا جائے۔ جو لوگ نبی کے سوا دوسرے اماموں کو تلاش کرتے ہیں ان کے لئے ان کا امام مبارک ہو۔

کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے:

آپ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۹ ﴿أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ﴾ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صرف اللہ اور رسول ہی کی پیروی اور اطاعت کا دعوی درست نہیں۔ (ص۶)

سوال یہ ہے کہ یہ دعوی کس کا ہے ؟ اہل حدیث کا دعوی یہ نہیں کہ اللہ اور رسول کے سوا کسی کی اطاعت درست نہیں بلکہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اور ان کی معصیت میں کسی کی اطاعت درست

نہیں۔اور اس دعوی میں آپ بھی ہمارے ساتھ ہیں مگر صرف قولاً، تقلید کی بنا پر عملاً آپ کو اس کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ آپ مولانا محمد ابوالحسن کی کتاب الظفر المبین جس کو مولانا عبدالنور راغب سلفی نے ادارہ دعوۃ الاسلام کٹیر منڈل کرلا ممبئ سے شائع کیا ہے اٹھا کر دیکھ لیجئے جس میں انھوں نے ایک سو ایسے مسائل نقل کئے ہیں جن میں امام اعظم کا مسلک احادیث صحیحہ نبویہ کے خلاف جاتا ہے۔اسی طرح مولانا محمد صاحب جونا گڈھی کی کتاب سیف محمدی دیکھ لیجئے جس میں انھوں نے تقریباً چھ سو ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ ہم یہاں پر بطور نمونہ صرف دس مسائل نقل کرتے ہیں۔

۱) صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات بار دھونا چاہئے۔اور حنفی مذہب کہتا ہے کہ تین بار دھونا چاہئے۔

۲) بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے عمامہ پر مسح کیا ہے اور حنفی مذہب کہتا ہے کہ عمامہ پر مسح جائز نہیں۔

۳) ابوداؤد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابن ام مکتوم کو نائب بنایا، وہ اندھے تھے اور لوگوں کو نماز کی امامت کراتے تھے۔ اور حنفی مذہب کہتا ہے کہ اندھے کی امامت جائز نہیں کیوں کہ وہ نجاست سے بچ نہیں سکتا۔

۴) بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ اپنی سواری ہی پر وتر ادا کرتے تھے اور حنفی مذہب کہتا ہے کہ بلا عذر سواری پر وتر ادا کرنا جائز نہیں۔

۵) بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے مصلی کی طرف لوگوں کے ساتھ نکل کر استسقاء کی دو رکعت نماز ادا کی اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ نماز استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی سنت نہیں ہے۔

۶) بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے صلاۃ کسوف پڑھانے کے بعد خطبہ دیا اور حنفی مذہب کہتا ہے کہ صلاۃ کسوف میں خطبہ نہیں ہے۔

۷) صحیح مسلم میں ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی۔ اور حنفی مذہب کہتا ہے کہ کسی میت کی نماز جنازہ مسجد میں ادا نہ کی جائے۔

۸) بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرے کہ اس پر روزہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا وارث (ولی) روزہ رکھے۔ اور حنفی مذہب کہتا ہے کہ میت کی طرف سے ولی روزہ نہیں رکھ سکتا۔

۹) بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں اور حنفی مذہب کہتا ہے کہ مدینہ حرم نہیں ہے۔

۱۰) بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کے معاوضہ سے منع فرمایا۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک زانیہ کی مقرر کردہ اجرت حلال ہے اور جو شخص خرچہ دے کر کسی عورت سے زنا کرے اس پر حد واجب نہیں۔

یہ صرف دس مسائل ہیں جنہیں "مشتے نمونہ از خروارے" کے بطور ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

مصنف محترم! آپ نے غیر مقلد سے اسی لئے توبہ کرائی ہے تاکہ

اسے رسول ﷺ کی اطاعت سے ہٹا کر امام کی تقلید کے جال میں پھانس دیں۔ آہ! وہ بے پارے کتنے بدنصیب ہیں جو آپ کے دام ہم رنگ زمین کا شکار ہو گئے!!

محدثین حنفی مسلک کیوں نہیں؟

آنجناب نے کتب ستہ کے مصنفین بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی وابن ماجہ کو امام شافعی کا مقلد قرار دیا ہے۔ (ص ۸)

سوال یہ ہے کہ ان سارے محدثین نے شافعی مسلک ہی کو کیوں اختیار کیا ہے؟ حنفی مسلک میں وہ کونسی خامی تھی جس کی وجہ سے اسے اپنانے سے یہ لوگ باز رہے؟ پھر بعض لوگوں نے ان محدثین کو حنبلی بھی تو کہا ہے آخر ایسا کیوں؟ درحقیقت معاملہ یہ ہے کہ وہ لوگ نہ ہی حنبلی تھے اور نہ ہی شافعی بلکہ یہ دونوں مذاہب چونکہ سنت کے قریب اور ان کے اکثر مسائل حدیث کے موافق ہیں اس لئے لوگوں نے موافقت کی بنا پر کسی ایک مسلک کی طرف منسوب کر دیا ورنہ ان محدثین نے اپنے اجتہاد کی بنا پر بہت

سے مسائل میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے اختلاف بھی کیا ہے۔

ان محدثین کو لوگ حنفی مذہب کی طرف تو ہرگز منسوب نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ مسلک قرآن و حدیث اور دلائل صحیحہ سے اس قدر دور ہے کہ محدثین نے جگہ جگہ اس کا رد کیا ہے۔

ایک کھلا فریب اور شرمناک خیانت:

ص۹ پر آپ نے ایک کھلا دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ آپ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت نہیں کی۔ ایک حدیث جو امام ابوحنیفہ کے زمانے تک صحیح تھی بعد میں ضعیف ہو گئی۔ اس کی آپ نے ایک مثال بھی پیش کی ہے جس سے آپ کی صلاحیت و مہارت ہی نہیں بلکہ امانت و دیانت بھی طشت از بام ہو جاتی ہے اور آپ کا سارا بھرم کھل جاتا ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ اپنے مسلک کی بے جا حمایت میں کس قدر نیچے تک جا سکتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ "ابن ماجہ میں ایک حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے کیوں کہ اس میں ایک راوی جابر جعفی ہیں جو ضعیف

القول ہیں۔ یہ جابر جعفی ۲۳۵ ھ میں پیدا ہوئے۔ روایت کے الفاظ ہیں "من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة" یعنی جس کا امام ہو تو امام کی قراءت اسی کی قراءت ہو گی۔ امام ابو حنیفہ کے پاس جب یہ روایت آئی اس وقت جابر جعفی کے پردادا بھی شاید پیدا نہ ہوئے ہوں گے۔ اس لئے امام صاحب پر اس ضعف کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ان کے پاس جن معتبر راویوں کے ذریعے روایت پہنچی ان پر پوری امت اعتماد کرتی ہے"۔

جناب یہ کون جابر جعفی ہے جس کی پیدائش ۲۳۵ھ میں ہوئی۔ وہ جابر جعفی جو ابن ماجہ، ترمذی اور ابو داؤد کا راوی ہے اور جس کا ضعف محدثین میں مشہور ہے اس کی وفات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں ۱۲۷ھ یا دوسرے قول کے مطابق ۱۳۲ ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں تصریح فرمائی ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں خود امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ میں نے اس سے بڑا جھوٹا نہیں دیکھا۔ اور آپ یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے زمانے میں اس کے پردادا بھی پیدا نہ ہوئے ہوں گے۔ اپنے مسلک کی حمایت میں اتنا بڑا جھوٹ لکھتے ہوئے آپ کو

ذرا بھی شرم نہیں آئی؟ ذرا بھی اللہ کا خوف محسوس نہیں ہوا؟ کہاں ۱۳۲ھ اور کہاں ۲۳۵ھ؟ دس بیس نہیں سو سال سے زیادہ کا فرق۔

آپ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے پاس جن معتبر راویوں کے ذریعے روایت پہنچی ان پر پوری امت اعتماد کرتی ہے سوال یہ ہے کہ پھر آپ نے وہ سند پیش کیوں نہیں کی؟ صرف دعوی کے بل بوتے تقلید کروانا چاہتے ہیں؟ اور حدیث کی اتباع سے روکنا چاہتے ہیں جبکہ ہر حدیث کی الگ الگ سند موجود ہے اور صحیح و ضعیف کی تحقیق موجود ہے؟

اصل میں آپ شاید یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ کتاب کسی اہل حدیث کے ہاتھ میں جائے گی ہی کیوں؟ اور گئی بھی تو ایسی کتاب کو پڑھے گا کون؟ اور بالفرض کسی نے دیکھ بھی لیا تو علماء کو کیا خبر؟ اور اگر علماء کے ہاتھ بھی پڑ گئی تو اسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے کون جواب لکھتا ہے؟ مسکین کو کیا معلوم تھا کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑیں گے۔ آیئے لگے ہاتھوں اس روایت کو ابن ماجہ اٹھا کر دیکھ ہی لیا جائے۔ روایت کے الفاظ آپ نے ذکر کر دیئے ہیں۔ میں سند بھی ذکر کر دیتا ہوں۔ **حدثنا علي بن محمد حدثنا**

عبيد الله بن موسى عن الحسن بن صالح عن جابر (الجعفى) عن أبي الزبير عن جابر رضي الله عنه (دیکھئے ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۲۷۷ حدیث ۸۵۰)

اس حدیث کے صحابی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں ان سے ابوالزبیر بیان کرتے ہیں جو مکہ کے رہنے والے ہیں اور جن کی وفات ۱۲۶ھ میں ہوئی ہے (دیکھئے تقریب التہذیب) ابوالزبیر سے روایت کرنے والے جابر جعفی ہیں جو کوفہ کے ہیں جن کی سنہ وفات ۱۲۷ھ یا ایک قول کے مطابق ۱۳۲ھ ہے۔ غالب گمان یہی ہے کہ امام صاحب نے انہیں سے سنا ہوگا کیوں کہ یہ امام صاحب کے شہر کوفہ کے ہی رہنے والے ہیں اور امام صاحب کے ہمعصر ہیں۔ اگر امام صاحب نے ان کے سوا کسی اور سے سنا ہے تو اس کی دلیل پیش کیجئے۔

مجھے لگتا ہے کہ یہ مثال آپ نے کسی اردو کتاب سے نوٹ کر لیا ہے نہ ہی آپ نے ابن ماجہ دیکھا ہے اور نہ ہی تاریخ ورجال کی کسی کتاب سے آپ نے نوٹ کیا ہے، اس کے مصنف نے غلطی کی تھی اس لئے یہ غلطی آپ نے

بھی دہرادی، مکھی پر مکھی مارنے کا عمل جاری ہے۔ دراصل یہ شاخسانہ ہے تقلید کا۔ اگرآپ نے تقلید کو چھوڑ کر تحقیق کی راہ اپنائی ہوتی تو اس غلطی سے محفوظ رہتے۔

محدثین کی بے ادبی:

ص ۱۲ پر جناب نے محدثین کی بے ادبی کرتے ہوئے انہیں غیر فقیہ (یعنی بے سمجھ) قرار دیتے ہوئے ایک مثال پیش کی ہے، یہ وہی رٹی رٹائی بات ہے جسے مقلدین بارہا پیش کرتے رہے ہیں، دراصل پورا کتابچہ ہی پہلوں کا چبایا ہوا لقمہ ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا جواب اہل حدیثوں کی طرف سے بارہا مختصر بھی اور تفصیل کے ساتھ بھی دیا جاچکا ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند کتابوں کا نام دیا جارہا ہے ان کی طرف رجوع کریں۔

۱۔ تحریک آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی

مصنف مولانا اسماعیل سلفی گوجرانوالہ

۲۔ الارشاد الی سبیل الرشاد مصنف مولانا ابویحییٰ محمد شاہجہاں پوری

۳۔ اللمحات مصنف مولانا محمد رئیس ندوی

۴۔سیف محمدی اور مشکاۃ محمدی مصنف مولانا محمد صاحب جوناگڈھی

۵۔حسن البیان شیخ عبدالعزیز رحیم آبادی

٦۔حقیقۃ الفقہ مولانا یوسف جے پوری

۷۔الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین مؤلف محمد ابوالحسن

۸۔اصلی اور جعلی اسلام مولانا عبدالنور راغب سلفی

۹۔دین محمدی ترجمہ اعلام الموقعین امام ابن قیم

اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔

آیئے اب آپ کی مثال ذکر کر کے اس کا جائزہ لے لیا جائے۔

مثال یہ ہے کہ محدثین عطار، دوافروش، کیمسٹ اور گاندھی کی طرح ہیں جبکہ فقہاء ڈاکٹر، حکیم اور وید کی طرح ہیں۔

اگر مقلدین سنجیدگی سے اسی مثال پر غور کر لیں تو ان کی اصلاح کے لئے ان شاءاللہ کافی ہے۔ غور کیجئے اگر ڈاکٹر ایسا نسخہ لکھتا ہے جو کیمسٹ کے یہاں دستیاب نہیں تو مریض کو اس سے کیا فائدہ ہے۔ ڈاکٹر اس بات کا پابند ہے کہ وہی دوا لکھے جو پائی جاتی ہے نہ کہ فرضی دوا لکھے جس کا وجود ہی

نہیں۔اسی طرح اگر اصلی دوائیں موجود ہیں اور نقلی دوائیں لکھتا ہے تو ایسا ڈاکٹر مجرم ہے۔اسی طرح اگر فقہاء صحیح حدیثوں کے ہوتے ہوئے ضعیف حدیثوں کے مطابق مسئلہ بتائیں توان کامسئلہ مردود ہوگا۔

تضاد بیانی:

ایک طرف آنجناب محدثین کو دوافروش سے تشبیہ دیتے ہیں دوسری طرف یہ بھی فرماتے ہیں کہ محدثین رحمہم اللہ نے اپنی بساط کی حد تک تفقہ سے کام لیا۔(ص ۱۲) مزید فرماتے ہیں: "امام بخاری،امام ترمذی ،امام ابن ماجہ نے جمع حدیث کے ساتھ ساتھ تفقہ فی الدین کے قابل تعریف خاکے پر کئے ہیں۔" (ص ۱۳)

غور کا مقام ہے کہ ایک طرف تو محدثین کو مقلد بھی بتاتے ہیں دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے تفقہ سے کام لیااوراس کے قابل تعریف خاکے پر کئے ۔ ایک آدمی جو فقیہ اور مجتہد ہو گا اسے تقلید کی کیا ضرورت ہے ؟آپ نے کتب ستہ کے مؤلفین میں سے صرف تین کا نام لیا

اور تین کا نام کیوں چھوڑ دیا؟ خصوصاً امام ابو داؤد اور نسائی کا جبکہ انہوں نے ابواب فقہ کے مطابق ہی اپنی کتابیں مرتب کی ہیں اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ محدث اپنے استنباط و اجتہاد کے ذریعے ہی حدیث پر باب قائم کرتا ہے۔

فقہ کا صرف ایک نمونہ:

جس فقہ کی تعریف میں آپ نے زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں اس کا صرف ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر ص ۲۰۷ میں ہے۔

لو نظر مصل إلى المصحف وقرأ منه فسدت صلاته لا إلى فرج امرأة بشهوة لأن الأول تعليم وتعلم فيها لا الثاني.

ترجمہ: اگر قرآن میں دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس میں تعلیم و تعلم ہے اور اگر عورت کی شرم گاہ کو شہوت سے

دیکھے تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔

مولوی احمد رضا صاحب فتاوی رضویہ جلد ۱ صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں: ''اگر عورت کو طلاق رجعی دی تھی۔ ہنوز عدت نہ گذری، یہ نماز میں تھا کہ عورت کی فرج داخل پر نظر پڑ گئی اور شہوت پیدا ہوئی اور نماز میں فساد نہ آیا۔''

یہ ہے فقہ کا وہ نمونہ جس کی مدح و ثنا کرتے آپ نہیں تھکتے اور جس سے اہل حدیث اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

کٹ حجتی:

آپ سے یہ سوال کئے جانے پر کہ صحابہ نہ تو حنفی تھے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی، پھر آپ لوگ کیوں ان مسالک کو اختیار کرتے ہیں یہ جواب دیا ہے کہ صحابہ بخاری و مسلم وغیرہ کی کتابیں بھی نہیں پڑھتے تھے ان کو کیوں اہلحدیث پڑھتے ہیں؟ (ص ۱۵)

آپ نے جب یہ جملہ لکھا ہو گا تبھی آپ کو احساس ہوا ہو گا کہ یہ

نری کٹ حجتی ہے مگر وائے رے تقلید کا عشق ! جو بھی آپ سے کہلوائے۔

صحابۂ کرام اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث کو بلا واسطہ خود آپ سے سنتے یا دیکھتے یا کسی دوسرے صحابی کے واسطے سے معلوم کرتے اور اپنی سمجھ اور استطاعت کے مطابق عمل کرتے تھے اور یہی اہل حدیث کا طریقہ ہے کہ محدثین کے واسطہ سے اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث کو معلوم کرتے ہیں اور اپنے فہم اور استطاعت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

اس کے برخلاف مقلدین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے اماموں کے اقوال و آراء اور فتاوی کو معلوم کر کے ان کے مطابق عمل کرتے ہیں خواہ قول امام حدیث رسول کے مخالف ہی کیوں نہ ہو جبکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عمل سراسر حدیث کی توہین اور شان رسالت مآب ﷺ کی گستاخی و بے ادبی ہے۔

ایک اور خیانت:

مؤلف کے خیانت کی ایک مثال پچھلے صفحات میں ذکر کی جاچکی

ہے دوسری خیانت انہوں نے ص ۱۵ پر کی ہے لکھتے ہیں: ''صحابۂ کرام اپنے زمانہ کے فقیہ صحابۂ کرام کی تقلید کرتے تھے۔''اس سلسلہ میں آنجناب نے بخاری کتاب الحج کی ایک روایت پیش کی ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس سے طواف زیارت کے بعد حائضہ ہونے والی خاتون کے متعلق دریافت کیاتوانہوں نے جواب دیاکہ بلاطواف وداع جاسکتی ہے۔''اہل مدینہ نے کہاکہ ہم زید بن ثابت کے مقابلہ میں آپ کا قول اختیار نہیں کریں گے۔''پھر آنجناب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھاہے کہ ''اہل مدینہ اکثر انہیں کی تقلید کرتے تھے۔ اس ایک مثال سے یہ امر واضح ہو گیاکہ صحابۂ کرام بھی عملاً تقلید کرتے تھےاورالحمد للہ ہم بھی تقلید کے قائل ہیں۔''

مجھے بڑاافسوس ہوتاہے کہ تقلید کی محبت کا جنون آپ کو کہاں تک لے جائے گا؟ یہ تقلید تھایااس آیت پر عمل تھا ﴿فَاسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: ۴۳) (اگرتم نہیں جانتےتواہل علم سے پوچھو) کاش آپ نے خیانت سے کام نہ لیا ہوتا اور بخاری کی مکمل

حدیث نوٹ کی ہوتی تو آپ کو بھی اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کو بھی معلوم ہوتا کہ تقلید کے خلاف اور تحقیق کی تائید میں اہل حدیثوں کے لئے یہ حدیث کتنی عظیم دلیل ہے۔ مذکورہ حدیث میں آگے یہ الفاظ ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب مدینہ جانا تو پوچھنا (تحقیق کرنا) چنانچہ وہ لوگ مدینہ پہنچے اور (اہل علم سے) دریافت کیا، ام سلیم سے بھی دریافت کیا تو انہوں نے صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سنائی جو اس طرح ہے کہ ان کے ساتھ خود یہ معاملہ پیش آیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ طواف وداع کی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الحج باب ۱۴۵ حدیث ۱۷۵۸)

ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ یہ حدیث تقلید کی دلیل ہے یا تحقیق کی؟ اہل مدینہ کو اس وقت تک اطمینان حاصل نہیں ہوا جب تک انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں پالی۔ آج کے مقلدین کا طور طریقہ کیا ہے؟ وہ اپنے امام کی رائے سن کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور حدیث کو تلاش کرنے اور تحقیق کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور اوپر سے مگن بھی رہتے ہیں کہ حق و راستی پوری کی پوری انہیں کی ملکیت ہے۔ ایسے ہی

لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ (الحج: ۴۶) آنکھیں نہیں اندھی ہوتیں بلکہ سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔

مؤلف کی عربی دانی :

ص ۱۶ پر مؤلف نے دعوی کیا ہے کہ بیس رکعت تراویح پورے رمضان میں ادا کرنا حضرت عمر کی سنت ہے حالانکہ یہ بات عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ آپ امام ہیثمی کی کتاب مجمع الزوائد اور امام ابو نصر مروزی کی قیام اللیل وغیرہ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ اس میں یہ صریح روایت موجود ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا اور جہاں تک ترویحتین اور تراویح کی لفظی بحث آپ نے کی ہے تو اس کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ کاش آپ کو عربی زبان کا کچھ بھی معمولی علم ہوتا تو ایسی بات زبان پر نہ لاتے۔ تثنیہ کی جگہ جمع کا استعمال عربی زبان میں عام بات ہے۔ خود قرآن مجید میں سورہ تحریم آیت نمبر ۴ میں

ہے۔﴿إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (اے نبی کی دونوں بیویو !) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کر لو (تو بہت بہتر ہے) یقیناً تمھارے دل جھک پڑے ہیں۔

اس آیت میں (قلوبکما) کہا گیا ہے یعنی تم دونوں کے دل جبکہ قلوب جمع ہے اور دو سے زیادہ کے لئے بولا جاتا ہے۔اور دو کے لئے قلبان مثل ترویحتان آتا ہے مگر قلبان نہ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے قلوب استعمال کیا ہے۔آپ جیسا کوئی تدبر و تفقہ زدہ مقلد یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ بیویاں تو دو ہی مخاطب ہیں مگر ان کے پاس دو سے زیادہ دل تھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس تاویل کی گنجائش ہی نہیں باقی رکھی ہے۔ صاف طور پر قرآن مجید میں دوسری جگہ اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں ہوتا﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ﴾ (الاحزاب : ۴)

اب آپ کے سامنے دو ہی راستے ہیں یا کہئے کہ قلبان (تثنیہ) کی

جگہ قلوب (جمع) کا استعمال غلط ہے اور معاذاللہ قرآن میں ایسی غلطی ہوئی ہے اور یا اپنی عقل پر ماتم کیجئے ترویحتان اور تراویح کی لفظی بحث کے فلسفہ سے توبہ کرلیجئے اور جاہلوں کے درمیان اپنی عربی دانی کا رعب قائم کرنے سے گریز کیجئے۔

حرمین کا عمل:

آپ نے دعوی کیا ہے کہ شروع سے آج تک حرمین شریفین میں بیس رکعت ادا کرنے کا دوامی عمل جاری ہے۔ کیوں صاحب؟ یہ شروع کب سے ہوا؟ عہد نبوی سے یا عہد صدیقی سے یا عہد فاروقی سے یا اس کے بعد سے اور اس تاریخی تسلسل کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ آج تک کا دعوی بھی درست نہیں۔ اگر رمضان میں اللہ تعالیٰ مکہ یا مدینہ جانے کی توفیق دے تو وہاں پہنچ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے کہ آپ کا دعوی صداقت سے کتنا دور ہے؟ وہاں رمضان کے آخری دس دنوں میں تیس رکعت قیام اللیل کیا جاتا ہے۔ بیس رات کے ابتدائی حصہ میں اور دس آخری حصہ میں اور وتر

صرف آخر میں پڑھتے ہیں۔ یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ بیس تراویح اور دس تہجد ہے کیوں کہ رات کی تمام نمازیں قیام اللیل ہیں۔ تراویح اور تہجد کی تفریق خانہ ساز ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

اور پھر حرمین کا عمل ہی اگر آپ کے لئے دلیل ہے تو حرمین میں تو عورتیں بھی باجماعت نماز ادا کرتی ہیں آپ اس کے اتنے شدید مخالف کیوں ہیں؟ آپ حالات کا رونا روتے ہیں بھلا بتایئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر شریعت کو مکمل کر دیا تو پھر کس کی مجال ہے کہ وہ اس میں ردوبدل اور حذف واضافہ کر سکے۔ کیا یہ شریعت قیامت تک کے لئے نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی جب عورتوں کو یہ حکم دیا تھا کہ حائضہ وطاہرہ اور شادی شدہ وغیر شادی شدہ سب عید گاہ نکل کر آئیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہیں تھا معاذاللہ کہ آئندہ حالات خراب ہو جائیں گے اور عورتوں کا عید گاہ جانا مناسب نہیں ہو گا؟ یا اللہ تعالیٰ جانتا تو ضرور تھا مگر آپ جیسے تفقہ والے مقلدین کے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا کہ لوگ حالات کے اعتبار سے شریعت میں خود ردوبدل کر لیا کریں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو حکم دیا ہے: **لا تمنعوا اِماء الله مساجد الله** (اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے مت روکو) اور آپ کی جرأت کیسے ہو جاتی ہے کہ اس حکم کی صریح مخالفت کریں اور اتنے پر بس نہیں بلکہ جو اس حکم کو مانے اس پر بھی لعن طعن کریں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی یہ وعید یاد نہیں آتی ﴿ **فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** ﴾ (النور: ٦٣) جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کسی فتنہ میں پڑ جائیں یا انہیں دردناک عذاب آ پہنچے۔

عورتوں کے مسجد میں آنے سے متعلق دلائل کی تفصیل دیکھنا چاہیں تو مولانا مختار احمد ندوی کا رسالہ ''کیا مسلمان خواتین کا مسجد میں آنا فتنہ ہے؟'' مطبوعہ الدار السّلفیہ، ممبئی کا مطالعہ کریں۔

تین طلاقیں:

طلاق کا مسئلہ ذکر کرتے ہوئے آپ چراغ پا ہو گئے ہیں۔ اہل

حدیثوں پر شیعہ ہونے کی تہمت لگانے کے ساتھ مجرموں کو رعایت دینے کا ملزم بھی ٹھہرایا ہے۔ آپ کو خوب معلوم ہوگا کہ اس موضوع پر مختلف مسالک کے علماء اکٹھا ہو کر ایک سیمینار میں یہ طے کر چکے ہیں کہ تین طلاق کا ایک واقع ہونا صحیح ہے اور کتابی شکل میں اس سیمینار کے مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ نیز جامعہ سلفیہ بنارس کے شیخ الحدیث مولانا محمد رئیس ندوی صاحب کی کتاب ''تنویر الآفاق فی مسألۃ الطلاق'' اس موضوع پر نہایت مدلل اور مفصل ہے اگر طلاق کے تعلق سے حق معلوم کرنا اور اپنے شبہات دور کرنا چاہتے ہوں تو اس کتاب کا مطالعہ کریں اور اگر اپنے باپ دادا کی روش پر باقی رہنا چاہتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہدایت کی توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

طلاق کے سلسلے میں ملت اسلامیہ میں بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بدعت اور بہت بڑا گناہ ہے اور صحیح اور سنت کا طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں مجامعت نہ کی ہو اس میں صرف ایک طلاق دی جائے۔ صرف اسی ایک

طلاق سے عدت ختم ہو جانے پر عورت بائنہ ہو جائے گی اور آپ سے الگ ہو جائے گی اور اگر آپ رجوع کرنا چاہیں گے تو عدت ختم ہونے سے پہلے اور بعد دونوں وقت رجوع آسان ہو گا اور رجوع نہ کرنا چاہیں تو طلاق تو واقع ہو ہی جائے گی۔

کرنے کا کام تو یہ تھا مگر چونکہ یہ مشکل اور محنت طلب ہے اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا اور بے چارے غیر مقلدین کو گالیاں دینا اور ان کے خلاف کتابچے لکھنا آسان ہے اس لئے اسے اپنا لیا گیا۔

امام چار ہی کیوں ؟

یہ وہ سوال ہے جسے صفحہ ۲۷ میں آپ نے اہل حدیث کی زبانی ذکر کیا ہے اور پھر اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ اگر پانچ ہوتے تو اہل حدیث پوچھتے کہ پانچ ہی کیوں اور تین ہوتے تو پوچھتے کہ تین ہی کیوں ؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ سوال سے اتنا گھبراتے کیوں ہیں؟ اہل حدیث ضرور پوچھے گا کیونکہ وہ دین کی راہ مقلدوں کی طرح اندھا

بہرہ بن کر نہیں بلکہ بصیرت کی بنیاد پر اپناتا ہے، ہر قول و عمل کی کتاب وسنت سے دلیل تلاش کرتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق اہل ایمان کی یہی صفت ہے ﴿لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا﴾ (الفرقان: ۷۳) وہ اس پر اندھے بہرے بن کر نہیں گرتے۔ نیز فرمایا: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ (یوسف: ۱۰۸) کہہ دیجئے یہ میری راہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے پیروکار بصیرت پر ہیں۔

پھر آگے چل کر آنجناب لکھتے ہیں: ''چار مسالک کیوں بنے اس کی حقیقی مصلحت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن چار کے عدد کی دین میں کچھ خصوصیت رہی ہے۔'' اس کے بعد آپ نے کچھ مثالیں پیش کی ہیں۔ آپ کی مثالوں کا جائزہ لینے سے پہلے موجودہ بحث سے متعلق ایک مناظرہ کی روداد پیش کر دینا دلچسپی اور فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

ایک مناظرہ:

ایک حنفی بریلوی نے اہلحدیث وہابی سے کہا: وہابی میں پانچ حرف، فرعون، نمرود، قارون، شداد، شیطان، مردود، یہ سب پانچ حرفی ہیں اور سب کی خباثت وہابی میں پائی جاتی ہے۔

وہابی نے جواب میں کہا: وہابی میں پانچ حرف،اللہ (ال لاہ)، محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، صدّیق، فاروق، عثمان، مرتضیٰ، فاطمہ، رضوان اللہ علیہم اجمعین، جبریل،، توریت، قرآن،انجیل، یہ تمام مبارک اور پاکیزہ نام بھی پانچ حرفی ہیں۔البتہ اب اپنے بارے میں سنو! حنفی میں چار حرف۔ گدھا، گدھی، کتا، کتیا، بندر، سور، گیدڑ، چوہا، سانپ، ڈاکو، بدبو، گندہ، گوبر، کافر، فاسق، فاجر، مشرک، کاہن، ساحر۔ان تمام ناپسندیدہ چیزوں کے نام چار حرفی ہیں۔اب آپ کیا فرمائیں گے!!

دراصل قرآن و سنت کو چھوڑ کر تک بندیاں کرنے اور عقلی گھوڑے دوڑانے کا انجام یہی ہوتا ہے۔دلیل کتاب وسنت ہے نہ کہ فرضی

قیاسات۔

عدد چار کی اہمیت کے دلائل کا مختصر جائزہ:

اب آیئے آپ کی ذکر کردہ دلیلوں کا مختصر جائزہ لے لیا جائے۔

پہلی دلیل: آپ نے لکھا ہے کہ جلیل القدر انبیاء چار ہیں۔ ا۔ محمد ﷺ ۲۔ ابراہیم علیہ السلام ۳۔ موسیٰ علیہ السلام ۴۔ عیسیٰ علیہ السلام

جائزہ: افسوس کا مقام ہے کہ آپ نے چار کی گنتی باقی رکھنے کے لئے نوح علیہ السلام کا نام چھوڑ دیا ہے جبکہ ان پانچوں پیغمبروں کا نام ایک سے زائد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے مثلاً دیکھئے سورہ شوری آیت نمبر ۱۳ اور سورہ احزاب آیت نمبر ۷ وغیرہ۔ اہل علم اور سلف کے نزدیک اولوالعزم رسولوں سے یہی پانچ مراد ہیں مگر آپ کو تو چونکہ اپنی چار کی گنتی پوری کرنی تھی اس لئے ایک کا نام حذف کر دیا۔

دوسری دلیل: چار آسمانی کتابوں کو شہرت ملی ۔ ا ۔ قرآن مجید ۲۔ توریت ۳۔ انجیل ۴۔ زبور۔

جائزہ : یہاں بھی آپ نے سابقہ حرکت دہرائی اور صحف ابراہیم کو چھوڑ دیا۔

تیسری دلیل : چار ملائکہ کی شہرت ہے ۱۔ جبریل ۲۔ میکائیل ۳۔ عزرائیل ۴۔ اسرافیل۔

جائزہ: یہاں آپ نے چار کی گنتی پوری کرنے کے لئے عزرائیل نام جو کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے گلے لگالیا ہے۔

بہر حال مقصود یہ ہے کہ آپ نے چار کی اہمیت بیان کرنے کے لئے چند مثالیں پیش کیں اور اس میں بھی اپنی عادت کے مطابق، خیانت، خرد برد اور کتر بیونت سے باز نہیں رہے۔

عدد چار سے زیادہ عدد ۳ کی اہمیت:

اگر گنتیوں کا ذکر قرآن و حدیث سے اکٹھا کر کے اور اس کی اہمیت بتلا کر کوئی بات ثابت کرنی ہو تو بہت سی خرافات ثابت ہو جائیں گی مثلاً تیجہ کا

ثبوت اس طرح پیش کریں گے کہ تین کے عدد کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔

۱۔ تین مسجدوں کو اسلام میں امتیازی شان حاصل ہے، مسجد حرام، مسجد نبوی، اور بیت المقدس۔

۲۔ اللہ کے رسول ﷺ کوئی بات کہتے تو تین بار دہراتے۔

۳۔ پانی تین سانس میں پینا چاہیئے۔

۴۔ رکوع اور سجدے میں کم از کم تین تسبیح پڑھنی چاہیئے۔

۵۔ طلاق کی عدت تین حیض یا تین ماہ ہے۔

۶۔ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو حنفی مذہب کے مطابق اسے تین بار دھونا چاہیئے۔

۷۔ تین خصلتیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پا جائے گا (۱) سب سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت (۲) اپنے بھائی سے اللہ واسطے محبت (۳) کفر سے انتہائی کراہت۔

۸۔ اللہ کے رسول ﷺ رات کو سونے سے پہلے تین قل (سوائے قل یاایہا

الکافرون کے)پڑھ کر اپنے ہاتھوں میں پھونک کر اپنے بدن پر پھیر لیا کرتے تھے۔

۹۔ نمازوں کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور اسے سو (۱۰۰) پورا کرنے کے لئے ایک بار مزید اللہ اکبر کہہ لیں یا اس کے بدلے یہ دعا پڑھیں: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير۔

واضح رہے کہ تینتیس کی تعداد تین کی گنتی دو بار لکھنے سے بنتی ہے۔

۱۰۔وتر کے تین رکعت ہونے پر اجماع ہے (احناف کے دعوی کے مطابق)

تلك عشرة كاملة۔اب شاید آپ تین کی اہمیت تسلیم کر کے تیجہ کو شرعی عمل مان لیں گے۔ اگر اب بھی اضطراب ہے تو آپ کے اطمینان کے لئے مزید دلائل پیش خدمت ہیں۔

۱۱۔اوقات مکروہہ تین ہیں جن میں نماز پڑھنا منع ہے۔

۱۲۔اعضاءوضو کو زیادہ سے زیادہ تین بار دھونا چاہئے۔

۱۳۔قرآن کے پارے تیس ہیں جس میں تین کے عدد کے ساتھ صرف صفر کا اضافہ ہے۔

۱۴۔تین نشانیاں منافق کی ہوتی ہیں(۱) بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے(۳) امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔

۱۵۔موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین رات ہے۔

۱۶۔نکاح کے وقت تین بار عہد واقرار لیتے ہیں عموماً۔

۱۷۔ایک عورت کی زیادہ سے زیادہ تین سوکنیں ہوسکتی ہیں۔

فرمایئے! اب تو یقیناآپ تیجہ کے قائل ہوگئے ہوں گے،ورنہ کم از کم یہ تو تسلیم کر ہی لیں گے کہ چار کے عدد سے زیادہ تین کی اہمیت ہے اس لئے آپ امام ابو حنیفہ کے سوابقیہ تین ائمہ کی تقلید کے قائل ہو جائیں گے کیوں کہ حدیث صحیح کا سب سے زیادہ مخالف مذہب حنفی ہی ہے بقیہ تینوں ائمہ ائمۂ حدیث ہیں، ان کا سلسلہ استاد و شاگرد کا ہے۔اسی لئے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اختلاف کو صرف دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ایک اہل

الحدیث اور دوسرے اہل الرائے۔ اہل الرائے میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب آتے ہیں اور اہل الحدیث میں بقیہ تینوں ائمہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قبول حق کی توفیق عنایت فرمائے اور صراط مستقیم کی ہدایت بخشے۔

علماء کو رب بنانا:

سورۃ توبہ آیت ۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے نصرانیوں کی گمراہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے احبار و رھبان (یعنی علماء اور عبادت گذاروں) کو رب بنالیا ہے۔ اس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے خود فرمائی ہے جس وقت عدی بن حاتم نے اعتراض کیا کہ ہم نے ان کو اپنا رب نہیں بنایا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں تھا کہ انہوں نے جو حلال کیا تم نے حلال کر لیا اور جو حرام کیا تم نے حرام کر لیا۔

مذکورہ آیت اور اس کی تفسیری روایت کا مفہوم پوری طرح واضح ہے اور مقلدین پر پوری طرح فٹ بھی ہے۔ مقلدین اپنے اماموں کی تقلید

میں قرآنی آیات اور احادیث رسول کو ترک کر دیتے ہیں، چنانچہ اس کی چند مثالیں پچھلے صفحات میں گذر چکی ہیں، اور ان کتابوں کا نام بھی ذکر کیا جا چکا ہے جن کی طرف رجوع کر کے ان کی احادیث کی مخالفت کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔

مذکورہ آیت و حدیث کو پیش کر کے کبھی کسی اہل حدیث نے یہ نہیں کہا کہ وہ ائمہ جن کی تقلید کی جاتی ہے احبار ورھبان کی طرح بد صفت، بد دیانت حریص اور لالچی تھے۔ یہ اہل حدیثوں پر آپ کی طرف سے شدید بہتان ہے۔

اہل حدیث تو صرف یہ کہتے ہیں کہ کوئی کتنا ہی عظیم ہو اللہ کے رسول ﷺ کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ کے رسول کی بات کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی بات اپنانا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ہم مقلدین کو اسی گناہ سے باز آنے کی دعوت دیتے ہیں۔

مسالک کے اتفاق کا جھوٹا دعوی:

آنجناب لکھتے ہیں: "قیام، رکوع اور سجدے کی ہیئت پر تمام مسالک متفق ہیں"۔ (ص ۳۳)

آپ کی یہ بات دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو آپ کو اختلاف کا علم نہیں اور یہ دعویٰ مبنی بر جہالت ہے یا آپ نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے اور اسی کی زیادہ امید ہے کیوں کہ یہ اختلاف اتنا مشہور ہے کہ ادنٰی شخص کو بھی معلوم ہے چہ جائیکہ وہ آپ جیسا کوئی مصنف ہو۔

قیام کی حالت میں ہاتھ کہاں ہوں گے؟ سینہ پر یا ناف پر یا ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے؟ عورت اور مرد کا سجدہ یکساں ہوگا یا دونوں میں کوئی فرق ہوگا؟ معلوم نہیں یہ امور آپ کی نظر میں ہیئت میں داخل ہیں یا اس سے خارج ہیں؟

توسع اور تنگی کا میزان:

آپ فرماتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ نے جس امر کے نفاذ میں توسع

فرمایا اور گنجائش رکھی اس میں آپ حضرات تنگی پیدا کرنا چاہتے ہیں''۔ (ص ۴۳)

یہ اہل حدیثوں پر بہت بڑی تہمت ہے۔اہل حدیث کہتے ہیں کہ حدیث سے ثابت کرو حدیث کی بات سر آنکھوں پر۔ہاں اگر آپ اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور کی بات کے ذریعے گنجائش پیدا کرنا چاہیں گے تو اہل حدیثوں سے اس کے ماننے کی توقع نہ رکھئے۔ایسی گنجائش آپ جیسے مقلدوں ہی کو مبارک ہوں، ہم کو متبع سنت ہی رہنے دیجئے۔

جمع بین الصلاتین:

آپ فرماتے ہیں: ''حضرت امام ابو حنیفہ کی تحقیق کے مطابق جمع بین الصلاتین عرفات اور مزدلفہ میں بعض شرائط کے ساتھ مسنون ہے کسی اور موقع پر جمع کا حکم نہیں دیا گیا۔'' (ص ۴۴)

پہلی بات: ''حضرت امام ابو حنیفہ کی تحقیق کے مطابق''مت کہئے بلکہ علماء احناف کی تحقیق کے مطابق کہئے کیوں کہ امام ابو حنیفہ کی نہ کوئی کتاب ہے

اور نہ ہی ان تک کسی بات کی کوئی سند پہنچتی ہے۔

دوسری بات: آج کل کے حنفی منٰی، عرفات اور مزدلفہ میں بھی نہ قصر کرتے ہیں اور نہ ہی جمع بین الصلاتین۔ وہاں کے امام کی مخالفت کر کے اپنی نماز پوری کرتے ہیں اور الگ وقت پر اپنے طور پر ادا کرتے ہیں۔ تراویح میں آپ کو حرمین کا عمل یاد آتا ہے یہاں اہل حرمین کا عمل کیوں یاد نہیں رہتا؟

دراصل آپ کے یہاں اصول صرف اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے مذہب کی تائید میں جو بات بھی جہاں بھی ملے لے لی جائے اور مخالفت میں جو بات بھی ہو چھوڑ دی جائے۔ خواہ وہ قرآن کی آیت اور حدیث نبوی ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کے بڑے ہی بزرگ اور معتمد عالم کا قول ہے:

كل آية أو حديث يخالف قول اِمامنا فهو مؤول أو منسوخ۔

آپ نے ترمذی شریف کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے جس میں صاف لفظوں میں موجود ہے کہ اگر بلا عذر جمع بین الصلاتین کیا گیا

توکبیرہ گناہ ہے یعنی عذر کے ساتھ گناہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی واضح روایت موجود ہے۔ رأيت رسول الله ﷺ اِذا أعجله السير في السفر يؤخر صلاة المغرب حتى يجمع بينها وبين العشاء (کتاب تقصیر الصلاۃ باب ۱۴ احدیث ۱۱۰۹) یعنی آپ ﷺ کو جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو موخر کرتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء دونوں کو ایک ساتھ ادا کرتے۔

آپ فرماتے ہیں: ''جن احادیث سے جمع بین الصلاتین کا جواز ظاہر ہوتا ہے تحقیق کی جائے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ایک نماز اپنے آخر وقت میں ادا کی جائے اور اس کے بعد والی دوسری نماز شروع وقت میں ادا کی جائے''۔ (ص ۳۵)

ہم نے حدیث آپ کے سامنے رکھ دی صرف ''تحقیق کی جائے تو ایسا ثابت ہوگا'' کہہ کر نہیں چھوڑا ہے۔ حنفی مذہب تو مغرب کی نماز کا وقت اتنا مختصر مانتا ہے کہ وقت ختم ہونے کے ڈر سے مغرب سے پہلے کی دو رکعت سنت جو حدیث سے ثابت ہے اس کے پڑھنے سے منع کرتا ہے پھر بتائیے کہ

مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع کرنے کے لئے موخر کیا جائے گا تو صرف اپنے آخری وقت میں پہنچے گا یا اس کا وقت ختم ہو جائے گا؟

آسان کیا ہے فقہ یا حدیث؟

آنجناب لکھتے ہیں : ’’میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین دین کی عطا کردہ سہولت سے محرومی کو ترجیح دیتے ہیں، اس سے میرا اشارہ اس طرف تھا کہ ایک عام شخص جو دین کا علم مکمل حاصل نہیں کر سکتا وہ کسی مستند امام فقہ کی تقلید اختیار کرے تو اسے احادیث کی تمام کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔‘‘ (ص ۳۵)

آپ کی یہ سطریں پڑھ کر چند سوالات ذہن میں آتے ہیں:

۱۔ کیا کسی مستند امام فقہ کی تقلید کے لئے اس کی فقہ کی کتابوں کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؟

۲۔ جس طرح فقہ کی کتابیں پڑھی جاسکتی ہیں کیا حدیث کی کتابیں نہیں پڑھی جاسکتی ہیں؟

۳۔ حدیث اور فقہ دونوں کی کتابوں کی زبان عربی ہے یا دونوں کی زبان الگ الگ ہے؟

۴۔ حدیث سمجھنا زیادہ مشکل ہے یا فقہ سمجھنا؟

۵۔ بخاری کا ترجمہ پڑھنے میں زیادہ مشقت ہے یا ہدایہ اور عالمگیری کا؟

۶۔ کیا ہر مقلد فقہ کی کتاب پڑھتا ہے یا کسی عالم سے پوچھ لیتا ہے؟

۷۔ جس طرح ایک مقلد فقہ کا مسئلہ پوچھ کر عمل کر سکتا ہے ایک اہلحدیث حدیث کا مسئلہ پوچھ کر عمل کیوں نہیں کر سکتا؟

۸۔ صحابہ جب اللہ کے رسول ﷺ کی زبانی سنتے تھے تو کیا کسی فقیہ صحابی کے پاس سمجھنے جاتے تھے یا فوراً عمل کرتے تھے؟ اگر وہ فوراً عمل کرتے تھے تو آج کسی حدیث پر عمل کرنے کے لئے فقیہ کی اجازت کی شرط کیوں؟

۹۔ کیا حدیث پر عمل کرنے کے لئے حدیث کی تمام کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے؟

محدثین پوری محنت اور جانفشانی کے بعد احادیث کی صحت اور ضعف کا معتبر فیصلہ دے چکے ہیں۔ بخاری و مسلم کی تمام حدیثوں کے صحیح

ہونے پر امت متفق ہو چکی ہے۔ سنن اربعہ ، موطا اور مسند احمد کی بیشتر حدیثیں صحیح اور اعتراض سے پاک ہیں۔ اب صحیح حدیثوں پر عمل کے لئے کسی قسم کا عذر باقی نہیں رہ جاتا۔ حدیث کو چھوڑ کر فقہ پر عمل کرنے میں سہولت کا دعوی سراسر جھوٹا دعوی ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

خوش فہمی:

آپ لکھتے ہیں: "ہمارا حال یہ ہے کہ ہم امام ابو حنیفہ کے مسلک پر اس یقین کے ساتھ عمل کرتے ہیں کہ ان کا مسلک سنت کے مطابق ہے۔ تاہم امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مسالک کو بھی سنت سے قریب ہی سمجھتے ہیں۔" (ص ۳۶)

اگر آپ کا حال واقعی وہی ہے جو آپ نے لکھا ہے تو آپ کے مذہب کی کتاب سراجیہ میں یہ کیوں لکھا ہے کہ جو حنفی شافعی ہو جائے اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔

اور کیا آپ یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ آپ کو حنفی مسلک کے مطابقِ سنت ہونے کا یقین کس طرح حاصل ہوا؟ یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کا مسلک سنت کے مطابق ہے؟ اگر دلائل کی روشنی میں ہر مسئلہ یا بیشتر مسائل کی آپ نے تحقیق کی ہے تو آپ مقلد باقی نہیں رہے، اور اگر صرف خوش فہمی اور حسن ظن کی بنیاد پر ایسا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ ہر فرقہ اسی خوش فہمی میں مبتلا ہے قرآن کے الفاظ میں ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ (الروم: ٣٢)

اور پہلی بات تو ناممکن ہے کیوں کہ جو شخص تعصب کو چھوڑ کر دلائل کی بنیاد پر تحقیق کرے گا وہ تقلید سے عموماً اور حنفی مسلک سے خصوصاً توبہ کرلے گا کیوں کہ حنفی مسلک قرآن و حدیث کے جس قدر مخالف ہے چاروں مسالک میں کوئی مسلک اتنا مخالف نہیں ہے۔ مخالفت کے کچھ نمونے پچھلے صفحات میں ذکر کئے جا چکے ہیں۔ اور کچھ آئندہ صفحات میں آرہے ہیں۔

فرضی داستان:

آپ لکھتے ہیں: ''موطأ امام ملک کے عربی نسخے میں موجود وہ دو حدیثیں اردو ترجمہ سے غائب ہیں جو غیر مقلدوں کے مسلک کے خلاف جاتی ہیں۔''

وہ دو حدیثیں آخر کون سی ہیں؟ ان کا ذکر آپ نے کیوں نہیں کیا؟ شاید اس لئے کہ اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کے دعوی کی قلعی کھل گئی ہوتی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اہل حدیث مقلدوں کی طرح گستاخانہ طور پر یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث ہمارے مسلک کے خلاف ہے، وہ اس طرح کا جملہ زبان سے ادا کرنا بھی حدیث رسول کی توہین سمجھتے ہیں۔ حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے وہ فوراً اپنا عمل ان شاءاللہ اسی طرح تبدیل کر لیں گے جس طرح صحابۂ کرام نے دوران صلاۃ اپنا قبلہ تبدیل کر لیا تھا۔

کچھ اور کہانیاں:

آنجناب لکھتے ہیں: ''حقانی صاحب نے انکشاف کیا کہ ان کی کتاب

"قرآن و حدیث اور مسلک اہل حدیث" کی کتابت کے دوران انہیں مشکاۃ شریف میں ایک حدیث دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ ربانی بک ڈپو کی شائع کردہ مشکاۃ میں اس حدیث کو تلاش کیا وہ نہ ملی حالانکہ وہی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکاۃ، مظاہر حق میں موجود تھی لیکن ربانی بک ڈپو کے نسخہ سے غائب تھی۔ اس راز کا پردہ اس وقت فاش ہوا جب ربانی بک ڈپو کے مالک حکیم مصباح الدین صاحب نے بتلایا کہ اس کا ترجمہ ایک غیر مقلد نے کیا ہے اس نے شرارتاً اس حدیث کو غائب کر دیا۔"

جناب من ! یہاں بھی آپ نے وہی کیا یعنی اس حدیث کو ذکر نہیں کیا۔ آپ کو وہ حدیث بتلانی چاہیے جو اس نے غائب کی کیوں کہ ایسا قطعاً ناممکن ہے کہ جو لوگ دنیا کے سامنے حدیثوں کو ظاہر کرنے اور اس کی نشرواشاعت پر مقلدوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں حدیثوں کو غائب کرتے پھریں۔ آپ وہ حدیث ظاہر کرتے تو آپ کی تہمت کی سچائی دنیا کے سامنے ظاہر ہو جاتی۔

یہاں ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ حکیم مصباح الدین

صاحب جو مقلد ہیں انہوں نے مشکاۃ کا ترجمہ کسی غیر مقلد سے کیوں کروایا کیا انہیں کوئی مقلد اس لائق نہیں ملا جو حدیث کا ترجمہ کر سکتا اور اگر ایسا کروا بھی لیا تو کسی مقلد سے نظر ثانی کیوں نہیں کروائی؟

بہر حال ہم اس بات کے قطعی منکر ہیں کہ کوئی اہل حدیث ایسا کر سکتا ہے۔ اگر کوئی دانستہ طور پر جان بوجھ کر کرتا ہے تو وہ اہل حدیث ہر گز نہیں ہو سکتا بھلے ہی وہ اپنے آپ کو اہل حدیث ظاہر کرتا ہو اور اس کا بلند بانگ دعوی کرتا ہو۔

آنجناب نے ایک واقعہ اور لکھا ہے کہ "لاہور سے چھپی مسلم شریف میں سے حضرت عمر کی فضیلت پر مشتمل ایک طویل حدیث غائب ہے۔ یہ کرشمہ بھی غیر مقلد کاتب ہی کا ہے۔"

آپ نے یہ غلطی نہایت آسانی سے بلا کسی دلیل کاتب کے سر تھوپ دی۔ آپ کو اس کا کشف ہوا ہوگا یا آپ نے اسے خواب میں دیکھا ہوگا کیوں کہ یہی ساری چیزیں آپ کے یہاں دلیل ہوا کرتی ہیں۔ پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کاتب نے یہ کرشمہ سازی کر ہی دی تھی تو پروف ریڈر

نے اس کی نشان دہی کیوں نہیں کی؟ یا پھر پروف ریڈر بھی غیر مقلد تھا۔ صرف مالک ہی مقلد تھا جس نے کاتب کی شرارت کا انکشاف کیا۔

پتہ نہیں ان مقلدوں کو حدیث سے متعلق کاموں کے لئے مقلد کیوں نہیں ملتے؟ حدیث کا ترجمہ کرنے کی ضرورت پڑی تو غیر مقلد ہی انہیں ملا، حدیث کی کتابت کی ضرورت پڑی تو غیر مقلد ہی ملا، پروف ریڈنگ کے لئے بھی غیر مقلد ہی ملا۔ سوال یہ ہے کہ جب مقلدین ہی اکثریت اور سواد اعظم ہیں تو ضرورت پڑنے پر کہاں غائب ہو جاتے ہیں؟

دل کے بہلانے کو حضرت یہ خیال اچھا ہے:

آنجناب فرماتے ہیں: ''الحمدللہ میں حدیث کے مطابق ہی عمل کرتا ہوں۔''

خوش فہمی میں رہنے سے آپ کو کون روک سکتا ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ اگر آپ خالص حنفی ہیں تو آپ کا عمل حدیث کے مطابق ہر گز نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ مذہب حنفی میں سیکڑوں احادیث کی مخالفت موجود ہے۔

فی الفور صرف نماز سے متعلق فقط (۱۰) مخالفتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ حنفی مذہب کہتا ہے کہ ظہر کی پہلی دونوں رکعتوں میں برابر کی سورتیں پڑھے جبکہ حدیث کہتی ہے کہ نبی ﷺ پہلی رکعت طویل کرتے تھے (بخاری و مسلم)

۲۔ حنفی مسلک کہتا ہے کہ امام کو ظہر و عصر کی آخری دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے خاموش رہے چاہے تو کوئی سورت پڑھ لے اور چاہے تو سبحان اللہ پڑھ لے جبکہ حدیث کہتی ہے کہ نبی ﷺ آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ حنفی مسلک کہتا ہے کہ آمین پکار کر کہنا مکروہ ہے حدیث کہتی ہے کہ نبی ﷺ پکار کر آمین کہتے تھے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ)

۴۔ حنفی مذہب کہتا ہے کہ عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح کی ہی جماعت کیوں نہ ہو جبکہ حدیث کہتی ہے نبی ﷺ نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں۔ (ابوداؤد)

۵۔ حنفی مذہب کہتا ہے کہ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہونا

فرض نہیں جبکہ حدیث میں سیدھا کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔(بخاری ومسلم)

٦۔ حنفی مسلک کہتا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا فرض نہیں جبکہ حدیث میں اطمینان کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔(بخاری ومسلم)

٧۔ حنفی مسلک کہتا ہے کہ نمازی طاق رکعتوں میں دوسرے سجدے کے بعد جب سر اٹھائے تو بیٹھے نہیں بلکہ قدموں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے جبکہ حدیث کہتی ہے کہ نبی ﷺ جب کوئی طاق رکعت ادا فرماتے تو اچھی طرح بیٹھے بغیر کھڑا نہ ہوتے۔(بخاری ومسلم)

٨۔ حنفی مسلک کہتا ہے کہ مصلی آخری قعدہ میں ویسے ہی بیٹھے جیسا کہ پہلے قعدہ میں بیٹھا جبکہ حدیث کہتی ہے کہ آپ ﷺ جب آخری سجدہ کرتے جس کے بعد سلام پھیرنا ہوتا تو اپنا بایاں پاؤں ذرا پیچھے نکال لیتے اور کولھے کے بل بائیں جانب پر بیٹھ جاتے اور آخری سلام پھیر دیتے ۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

٩۔ حنفی مسلک کہتا ہے کہ فجر کی جماعت ہو رہی ہو تو فجر کی سنتیں مسجد کے

دروازے کے پاس پڑھ سکتے ہیں۔ جبکہ حدیث کہتی ہے کہ فرض نماز کی اقامت کے بعد فرض کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں۔

۱۰۔ حنفی مسلک کہتا ہے کہ وتر کی نماز مغرب کی طرح دو تشہد کے ساتھ پڑھے جبکہ حدیث کہتی ہے کہ نبی ﷺ جب تین رکعت وتر پڑھتے تو صرف آخری رکعت میں ہی تشہد کے لئے بیٹھتے۔(مستدرک حاکم)

امام مسجد کی تقلید۔ حقیقت کیا ہے؟

آنجناب فرماتے ہیں : ”آپ لوگ اپنی مسجد کے امام کی تقلید کرتے ہیں۔“

میرا کہنا یہ ہے کہ اس معاملہ میں ہم آپ دونوں برابر ہیں۔ دونوں اپنی مسجد کے امام یا اپنے مسلک کے مولوی سے مسئلہ پوچھتے ہیں۔ اگر ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کی زبان سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے تو آپ نے بھی امام ابو حنیفہ کی زبان سے کوئی بات نہیں سنی ہے، البتہ ہم دونوں میں بعض وجوہ سے فرق ہے۔

پہلا فرق یہ ہے کہ ہم نبی ﷺ کی بات معلوم کر کے اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں اور آپ ایک امتی کا فتوی معلوم کر کے اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ ہم پورے یقین واعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث اللہ کے رسول ﷺ کی ہے اور اس کی یہ سند موجود ہے لیکن آپ کسی بھی معاملہ میں یقینی طور پر ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ امام ابو حنیفہ ہی کی بات ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ آپ امام ابو حنیفہ کی تقلید کے لئے اپنی مسجد کے امام کی تقلید کرتے ہیں یعنی آپ تقلید در تقلید میں مبتلا ہیں۔ **'ظلمات بعضها فوق بعض'**۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ اہل حدیث تقلید کو بدعت کہتے ہیں کیوں کہ قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور وہ اپنے مسجد کے امام اور مولوی سے اللہ کے حکم کی تعمیل میں مسئلہ پوچھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ فَاسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ ﴾ الانبیاء: ۷
(اگر تم نہیں جانتے تو ذکر والوں سے پوچھو)

"ذکر والے" وہ لوگ ہیں جن کے پاس کتاب و سنت کا علم ہے
کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ (الحجر: ۹) ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث دونوں کو نازل کیا ہے
جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ * إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ (النجم: ۳ - ۴) اللہ کے نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے وہ وحی الٰہی کے مطابق بولتے ہیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث دونوں کا علم رکھنے والے سے
مسئلہ دریافت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چور چلائے چور چور:

آپ فرماتے ہیں: ''آپ لوگوں کا یہ خیال کہ معاذ اللہ صحابۂ کرام کے اجتہادات غلط تھے ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔''

ذرا آپ سینے پر ہاتھ رکھ کر سچ سچ بتائیے کہ یہ گناہ احناف نے کیا ہے یا اہل حدیثوں نے۔ اسی کو کہتے ہیں ''چور چلائے چور چور'' یعنی اپنا گناہ چھپانے کے لئے دوسروں پر بہتان تراشی کرنا۔

شاید آپ نے اپنے مذہب کے اصول فقہ کی کتابیں پڑھی ہی نہیں ورنہ آپ کی نظر سے یہ عبارتیں ضرور گذری ہوتیں۔ اصول الشاشی میں ہے۔

والقسم الثاني من الرواة وهم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى كأبي هريرة وأنس بن مالك فإذا صحت رواية مثلهما عندك فإن وافق القياس فلا خفاء في لزوم العمل به وإن خالفه كان العمل بالقياس أولى ۔

یعنی جو راوی عادل و حافظ تو ہیں لیکن فقیہ و مفتی نہیں جیسے ابوہریرہ

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما جب ان جیسوں کی روایت تیرے نزدیک صحت کو پہنچ جائے تو اگر وہ حدیث موافق قیاس ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ہاں اگر وہ حدیث خلاف قیاس ہو تو قیاس پر عمل کرنا ہی اولی ہے۔

کہئے جناب ! صاف عبارت ہے یا نہیں کہ جب ابوہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما اور یہی دونوں ہی نہیں بلکہ ان جیسوں کی روایت سے کوئی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ سند صحیح مروی ہو اور وہ خلاف قیاس ہو تو حنفی مذہب کے اصول کی تعلیم یہ ہے کہ ایسے وقت میں اس حدیث کو چھوڑ دیا جائے اور قیاس پر عمل کیا جائے۔

اس اصول میں آپ کے حنفی مذہب کے اصولیوں نے کئی گناہوں کا ارتکاب کیا ہے۔اول تو یہ کہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مجتہد غیر فقیہ یعنی صاف لفظوں میں بے سمجھ کہا ہے۔

آپ کا الزام اہل حدیثوں پر صرف اتنا ہے کہ وہ صحابہ کے بعض اجتہاد کو غلط مانتے ہیں اور آپ کے حنفی مذہب کا حال یہ ہے کہ وہ بعض صحابہ

کوسرے سے مجتہد ہی نہیں مانتا۔﴿ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (الانعام: ۸۱)

دوسرا گناہ یہ ہے کہ حدیث پر قیاس کو ترجیح دی ہے۔ تیسرا گناہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث کو نہیں مانا۔

اللہ کی شان ہے! امام محمد، امام ابو یوسف، ہدایہ، شرح وقایہ اور قدوری کے مصنف تو فقیہ ٹھہریں اور شاگردان رسول واصحاب پیغمبر رضوان اللہ علیہم اجمعین غیر فقیہ ٹھہریں؟ قیاس فقہاء مقبول اور حدیث رسول مردود۔ لا حول ولا قوۃ اِلا باللہ ۔

آگے اصول الشاشی میں ہے "وعلى هذا ترك أصحابنا رواية أبي هريرة في مسألة المصراة بالقياس" یعنی اسی اصول کی بنا پر ہم حنفیوں نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث رسول ﷺ کو دودھ کے روکے ہوئے جانور کی خرید وفروخت کے مسئلہ میں چھوڑ دیا ہے اور قیاس کو لے لیا ہے۔

واضح ہو کہ مصنف اصول الشاشی کی یہ بات ان کی تحقیق کی کمی کی وجہ سے ہے ورنہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جو احناف کی نظر میں سید الفقہاء ہیں اور وہ بھی بخاری شریف میں ہے مگر یہ اصولی اسے کیسے مان سکتے ہیں کیوں کہ اس کے ماننے سے مذہب بگڑتا ہے۔

غیر فقیہ کی حدیث چھوڑ دینے کی علت بیان کرتے ہوئے حنفی مذہب کی مشہور کتاب نورالانوار میں لکھا ہے "وهي أنه لو عمل بالحديث لانسد باب الرأي" یعنی اگر حدیث پر عمل کیا جائے تو رائے کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

یہ ہے فقاہت جس کی مدح و ثنا میں آنجناب رطب اللسان ہیں!!

حدیث پر عمل چھوٹے تو چھوٹ جائے مگر رائے کا دروازہ بند نہ ہونے پائے۔

آگے چل کر صاحب نور الانوار لکھتے ہیں "وهذا ليس ازدراء بأبي هريرة واستخفافا به" یعنی اس میں نہ تو ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی تحقیر ہے نہ توہین۔ تعجب ہے۔ اتنا نا سمجھ بتلایا کہ ان کی روایت کردہ حدیث رسول بھی متروک کردی گئی لیکن ابھی تک نہ ان کی تحقیر ہوئی نہ توہین!!!

واضح رہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن سے آدھا دین مروی ہے، احکام کے بیان کی حدیثیں کل تین ہزار ہیں جن میں سے ڈیڑھ ہزار صرف ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ آپ صحابہ کے زمانہ میں فتوے دیتے تھے۔ آٹھ سو صحابہ اور تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔ پانچ ہزار تین سو چھہتر حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ انہیں غیر فقیہ کہنے والے سے زیادہ بے سمجھ اور گستاخ و بے ادب دنیا میں کوئی نہ ہوا اور نہ ہوگا۔

آپ نے اہل حدیثوں کو بار بار شیعہ ہونے کا طعنہ دیا ہے مگر خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کے جھانکا نہیں کہ حدیث دشمنی اور صحابہ دشمنی میں آپ خود کتنی پستی میں گرے ہوئے ہیں اور پھر بھی آپ کو شرم نہیں آتی۔

عبادت سے جی چور کی پسند حنفی تراویح:

آپ نے عبدالجلیل کی زبانی کہلوایا ہے: ”میں نے دراصل اہلحدیث مسلک تراویح کی بیس رکعتوں سے بچنے کی خاطر اختیار کیا تھا۔“

شاید آپ نے کسی اہل حدیث مسجد میں تراویح کی نماز کبھی نہیں پڑھی اور نہ پڑھتے ہوئے دیکھا اور نہ کسی معتبر شخص سے اس کی کیفیت سنی ورنہ ایسی غیر معقول بات زبان پر نہ لاتے۔ عبادت سے جی چور حنفی مذہب کی آسان تراویح چھوڑ کر اہل حدیث کی مشکل تراویح کیوں کر اپنائے گا۔ احناف کی مسجدوں میں تراویح کی تلاوت جس تیز رفتاری سے کی جاتی ہے کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ایسا اہل حدیث مساجد میں نہیں ہوتا بلکہ ترتیل کے ساتھ تلاوت کی جاتی ہے جو قرآن کریم کی عظمت کے شایان شان بھی ہے اور سمجھنے والوں کو سمجھنے کا موقع بھی ہے۔ اسی طرح رکوع سجود، قومہ اور جلسہ بھی اہل حدیث پورے سکون و اطمینان کے ساتھ کرتے ہیں۔ احناف کی طرح تیزی و بے اطمینانی سے کوے کی ٹھونگیں نہیں مارتے۔ جتنی دیر میں احناف کی مساجد میں بیس رکعت مکمل ہو جاتی ہے اتنی دیر میں اہل حدیثوں کی آٹھ رکعت پوری نہیں ہوتی۔ ایسا شخص جس کی طبیعت عبادت پر آمادہ نہیں ہوتی اہل حدیث مسجد چھوڑ کر حنفی مساجد کا رخ کرتا ہے تاکہ کم وقت بھی لگے اور بیس رکعت کی بڑی گنتی بھی

گنوا سکے اور لوگوں میں اپنی عبادت و دینداری کا چرچا بھی کر سکے۔

حنفی کتابوں کے شرمناک مسائل:

آپ نے دعوی کیا ہے کہ جس طرح کے گندے اور شرمناک مسائل حنفی کتابوں میں ہیں اسی طرح حدیث میں بھی ہیں اور آپ نے مثال میں ایک حدیث بھی پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو کوئی جانور کے ساتھ بدفعلی کرے اسے قتل کر دو۔

آپ نے حدیث تو پیش کر دی لیکن فقہ کا نمونہ پیش نہیں کیا تاکہ لوگ خود موازنہ کر لیں کہ آپ کا برابری کا دعوی کتنا صحیح ہے؟ لیجئے اس کمی کو میں پوری کر دیتا ہوں اور حنفی مذہب کی دو مشہور کتابوں در مختار اور عالمگیری کے فقط ایک ایک نمونے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ واضح رہے کہ یہ مسائل نہ صرف شرمناک ہیں بلکہ قرآن و حدیث کے خلاف بھی ہیں۔

ا۔ در مختار جلد اول ص ۱۲۲ میں ہے کہ جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے اور مردے کے ساتھ کرنے سے اور نابالغ غیر خواہش مند لڑکی کے ساتھ جماع

کرنے سے نہ وضو ٹوٹتا اور نہ غسل واجب ہوتا ہے۔

۲۔ عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۳ میں ہے کہ مباشرت فاحشہ سے بھی امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا یعنی میاں بیوی ننگے ہو کر انتشار کی حالت میں شرمگاہیں ملائیں تب بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

یہ دو نمونے بہت کافی ہیں۔ تفصیل کے خواہش مند بڑی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

آخری بات:

چلتے چلتے ایک اصولی بات ذہن نشین کر لیں کہ کسی مسلک کی خوبی و خرابی دلائل کی بنیاد پر ثابت ہوتی ہے۔ الزام تراشی اور بہتان بازی کا سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر آپ تقلید کو جائز یا مستحب یا واجب سمجھتے ہیں تو اسے قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت کیجئے۔

غیر مقلدین کو گالی دے کر، انہیں شیعہ کہہ کر، انہیں عبادتوں سے بے رغبت بتا کر تقلید کی فضیلت ثابت نہیں کی جاسکتی۔ الٹا اس سے آپ

کا کھوکھلا پن ظاہر ہو گا اور آپ کے عوام کے سامنے آپ کا سارا بھرم جاتا رہے گا۔

ہم اہل حدیث ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ﴾ یعنی صراط مستقیم کی ہدایت اور اس پر ثبات اور استقامت کی دعا مانگتے ہیں۔ آیئے آپ بھی اس میں شریک ہو جایئے اور حق وسعادت کو گلے لگا لیجئے۔

اللہ تعالیٰ ہی دعائیں قبول فرماتا ہے اور توفیق سے نوازتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆